قیامِ امن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کردار

(تاریخی و تجزیاتی مطالعہ)

The Role of Uthmān رضی اللہ عنہ in the Establishment of Peace

ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان علی*

ABSTRACT

Nowadays the entire world, particularly the Islamic countries, are suffering from a state of anxiety and insecurity due to terrorism. The terrorists are destroying peace of the world for the sake of their personal interests. They affiliate their terrorist activities with Islām, while Islām condemns not only terrorism, but also the violation of the country law. Islām is the religion of peace. Allāh Almighty sent His Prophet Muḥammad (ﷺ) with the title of peace, and granted him the name of religion as Islām. The Holy Prophet (ﷺ) spent all his life to build the façade of peace and harmony in the society. His companions also exhibited human loving nature and followed the roadmap provided to them by the Holy Prophet (ﷺ).

Ḥaḍrat Uthmān is one of those, who sacrificed themselves for the noble cause of peace. In this article, the remarkable efforts of Ḥaḍrat Uthmān for the maintainance of peace are highlighted. He was commited to peace even before Islām, and after accepting it, he played a vital role for the promotion and maintaince of peace. He was appointed as the ambassador of the prophet (ﷺ) at the occasion of the Ḥudaybiyah Pact. Uthmān ruled a vast empire. Peace was a hallmark of his era. The evil plots against him surfaced only in the later years of his caliphate. These included objections regarding appointment and administration of the governers. He took every step to stop the disruption of peace, so much so, he did not allow the Muslims to fight for his defence, hence, sacrificed his life.

Keywords: *Ḥaḍrat Uthmān; Caliphate; Peace; Ambassador of Peace; Accountability*

* لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

اسلام وہ واحد مذہب ہے جس کے ہر عمل سے امن کی کرنین روشن ہوتی ہیں اور بد امنی کی اندھیرے چھٹ جاتے ہیں۔ اس مذہب کی کتابِ محفوظ نے اول تا آخر امن کا درس دیا ہے اور تشتت و افتراق نیز اس سے پھیلنے والی بد امنی، بے چینی اور بے سکونی کو ہر حال، ہر وقت اور ہر دور میں قابل مذمت گردانا ہے۔ خاتم النبیین جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی امن سے عبارت ہے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی حیات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے نقش قدم پر ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ پیارے صحابی ہیں جنہوں نے اپنی پوری زندگی تعمیر امن کے لئے وقف کئے رکھی حتیٰ کہ جان بھی اسی کی خاطر قربان کر دی۔ ذیل کی سطور میں آپ کی انہی کوششوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

نام و نسب:

آپ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی عثمان رضی اللہ عنہ کنیت ابو عبد اللہ اور ابو عمرو ،لقب ذوالنورین ،والد کا نام عفان اور والدہ کا نام اروی ہے۔ والدہ کی طرف سے نسب نامہ عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے۔[۱] گویا پانچویں پشت میں آپ رضی اللہ عنہ کا نسب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ اسی طرح والدہ کی جانب سے بھی پانچویں پشت میں آپ رضی اللہ عنہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک نسب ہیں۔

خاندان:

آپ رضی اللہ عنہ، واقعہ فیل کے چھ سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ، کا خاندان شرافت و نجابت کے اعتبار سے عرب میں ممتاز تھا۔ قریش کا قومی عَلَم اسی خاندان کے پاس تھا۔ قریش کا منصب سپہ سالاری جو بنی مخزوم کے پاس تھا ، عبد شمس کے زمانے میں یہ بنی امیہ کے ہاں منتقل ہو گیا ۔بنو امیہ تجارت و مالداری میں بھی سب سے آگے تھے، جنگ بدر کے موقع پر جو قافلہ شام سے واپس آرہا تھا اس کی قیادت بھی ابوسفیان رضی اللہ عنہ، کے پاس تھی جس کی بابت مؤرخین نے لکھا ہے کہ قریش مکہ میں کوئی گھر ایسا نہ تھا ،جس کے پاس دو درہم ہوں اور اُس نے اس قافلے میں تجارت کی غرض سے وہ پیسے نہ لگائے ہوں[۲] ۔ہرقل شاہ روم کے پاس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت نامہ بھیجا، تب بھی ابو سفیان رضی اللہ عنہ، ایک تجارتی قافلہ لے کر وہاں گئے ہوئے تھے۔ ہرقل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جب حالات دریافت کئے تو ابو سفیان رضی اللہ عنہ، کو بلا کر ہی حالات سے واقفیت حاصل کی اور باوجودیکہ آپ رضی اللہ عنہ، اس وقت

اسلام نہ لائے تھے لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے متعلق حق گوئی کا فریضہ سر انجام دیا۔[۳]

قبول اسلام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کی عمر چونتیس برس تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر اسلام لائے[۴]۔ آپ رضی اللہ عنہ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دو دختران یکے بعد دیگرے آپ رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں۔ عبد اللہ بن ابان جعفی کہتے ہیں کہ مجھے میرے ماموں نے کہا کہ بھلا معلوم ہے عثمان رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کیوں کہتے ہیں؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ تو انہوں نے کہا:

"لم يجمع بين بنتي نبي منذ خلق الله آدم إلى أن تقوم الساعة غير عثمان، فلذلك سمي ذا النورين "[۵]

(تاریخ انسانیت میں حضرت آدم سے لیکر تا قیامت کوئی شخص ایسا نہیں گزرا جس کے عقد میں نبی کی دو صاحبزادیاں رہی ہوں لہذا یہی وجہ ہے کی آپ کو ذوالنورین کہاجاتاہے)۔

قبل از خلافت امن میں کردار:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر اسلام لائے تھے۔ اسلام لانے کے بعد سے لیکر شہادت تک آپ رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی امن سے عبارت ہے۔ قبل از اسلام آپ رضی اللہ عنہ کی سیرت ایسے تمام عیوب سے پاک تھی جو بدامنی اور انتشار کا باعث بن سکتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ما سرقت في جاهلية ولا إسلام... ولا زنيت في جاهلية ولا إسلام قط... ولا مرّت بي جُمُعَةٌ منذ أسلمتُ إلّا وأنا أُعْتِقُ فيها رقبةً" [٦]

میں نے زمانہ جاہلیت اور اسلام میں کبھی چوری نہیں کی اور نہ ہی کبھی زنا کیا اور جب سے میں اسلام لایا، کوئی جمعہ ایسا نہیں گزرا کہ میں نے اس دن غلام آزاد نہ کیا ہو۔

چچا کی تکالیف پر کوہ صبر و عزیمت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام تبلیغ جیسے جیسے گھر گھر پہنچتا گیا، ویسے ویسے قریش کی آتش غضب بڑھتی گئی جسے ٹھنڈا کرنے کے لئے انہوں نے بلال، صہیب و خباب رضی اللہ عنہم اور سیدہ زنیرہ رضی اللہ عنہا جیسے اصحاب پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ ڈالے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ باوجو دیکہ قریش میں بڑے معزز تھے لیکن اپنی خاندانی وجاہت اور سطوت کے باوجود اپنے چچا حکم بن ابی العاص کے ہاتھوں ایذا سے نہ بچ سکے۔ کبھی وہ رسیوں سے باندھ دیتا اور کبھی دھویں سے تکلیف دیتا[۷] کہ آپ رضی اللہ عنہ کو اسلام سے برگشتہ کر دے لیکن مجال ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پائے استقامت کبھی متزلزل ہوئے ہوں بلکہ پر امن رہ کر ہمیشہ نعرہ توحید مستانہ بلند کیا اور دیگر بہت سے اصحاب کا اسلام لانے کا سبب بنے۔ جب اپنوں کا ظلم و ستم اور سرد مہری نے حد سے تجاوز کیا تو بجائے انتقام لینے کے پر امن طور پر اپنی اہلیہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی اس لئے کہ حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہی تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے الفاظ یوں نقل فرمائے ہیں:

وَآمَنْتُ بِمَا بُعِثَ بِهِ، وَهَاجَرْتُ الهِجْرَتَيْنِ[۸]

اور جس دین کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے میں اس
پر ایمان لایا اور میں نے دو ہجرتیں کیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کا مکہ سے دور حبشہ کی جانب پرامن ہجرت کرنا اور غریب الوطنی کی زندگی گزارنا اس بات کا غماز ہے کہ قبائے خلافت کے عطا ہونے سے قبل بھی آپ رضی اللہ عنہ نہایت امن پسند تھے وگرنہ تلوار کے دھنی بنو امیہ کے فرزند ہونے کے ناطے آپ رضی اللہ عنہ اپنے تئیں نہ صرف دفاعی بلکہ کوئی اقدامی کاروائی کرتے تو یہ بنو امیہ کے سرا سر موافق تھا۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ شروع ہی سے صلح جو و صلح گو واقع ہوئے تھے اور اسی عادت شریفہ کو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت تک برقرار رکھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سفیر امن:

یکم ذیقعدہ سن چھ ہجری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کے لئے مکہ کا سفر شروع کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تقریباً پندرہ سو جانثاران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاسوس بسر بن سفیان رضی اللہ عنہ نے اطلاع دی کہ قریش آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کے لئے کمر بستہ ہیں اور

مکمل تیاری میں ہیں جس کی دلیل یہ ہے کہ خالد بن ولید مقدمتہ الجیش کے ہمراہ عمیم کے مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ مسلمانوں کا عالم یہ تھا کہ وہ تو بیت اللہ کی زیارت کی غرض سے مکہ گئے تھے لہٰذا صرف وہ ہتھیار لئے جو کہ ایک مسافر کو سفر میں درکار ہوتے ہیں (۹)۔

لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ابو سفیان اور دوسرے رؤساء مکہ کے پاس بطور سفیر بھیجا تاکہ آپ رضی اللہ عنہ ان کو مسلمانوں کی آمد کے بارے میں مطلع کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ ابان بن سعید کی پناہ میں مکہ میں داخل ہوئے اور سرداران قریش کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنایا۔ قریش مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر سخت نگرانی قائم کر دی کہ واپس نہ جانے پائیں۔ ادھر مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیکر کے درخت تلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے بیعت لی کہ جب تک عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ نہ لیں، واپس نہ جائیں گے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دست مبارک پر بیعت کی، آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھ کر یہ فرمایا کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے ہے (۱۰)۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے جہاں یہ بات قابل فخر تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ قریش مکہ کے مابین سفیر رسول تھے، وہیں یہ طرح امتیاز کسی تاج سے کم نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بایاں ہاتھ دستِ عثمان قرار پایا، اِس کا تذکرہ آپ رضی اللہ عنہ خود بھی فرمایا کرتے تھے کہ میری جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بایاں ہاتھ میرے دائیں ہاتھ سے کہیں بہتر تھا کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے ہے۔

دفاعِ مدینہ، مدینہ کے امن کی خشتِ اول:

عرب کے عیسائیوں نے ہرقل شاہِ روم کو خط بھیجا کہ نعوذباللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے اور مسلمان سخت تنگدستی کے عالم میں ہیں لہٰذا اس وقت حملہ کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔ ہرقل چالیس ہزار کا لشکر جرار لے کر مقابلے کے لئے تیار ہو گیا۔ یہ خبر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تیاری کا حکم دیا لیکن سنگین مسئلہ یہ درپیش تھا کہ ان دنوں فصل کٹنے کے قریب تھی۔ مدینے کا ہر مسلمان تنگی کی زندگی گزار رہا

تھا اور انتظار میں تھا کہ کب فصل کٹے، تو سامان معیشت کی فراوانی ہو، لہٰذا عطیات کی اپیل کی گئی، جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس موقع پر سخاوت کی لاجواب مثالیں قائم کیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گھر کا سارا سامان لے کر دربار نبوی میں اس توکل کے ساتھ حاضر ہوئے کہ ان کے اہل و عیال کے لئے تو اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کافی ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ گھر کا آدھا سامان لے آئے۔

عشرہ مبشرہ کے درخشندہ ستارے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دو سو اوقیہ چاندی بارگاہ اقدس میں پیش کرکے لشکر کو تقویت پہچائی اور جب باری آئی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تو غنی کے ساتھ اسم با مسمّٰی نے ایک تہائی یعنی دس ہزار افراد لشکر کے تمام اخراجات کا ذمہ تنِ تنہا لے لیا، اب ایک تسمہ بھی خریدا گیا تو اس کا خرچہ عثمان رضی اللہ عنہ نے برداشت کیا، اس کے علاوہ ایک ہزار اونٹ، ایک ہزار دینار اور ستر گھوڑے بھی جب نذرانہ عقیدت کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کئے [۱۱]۔ علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق تین سو گھوڑے اللہ کی راہ میں صدقہ کئے تو بقول عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جھولی میں پڑے ہوئے دیناروں کو انبساط کے عالم میں باربار اچھالتے اور فرماتے تھے، آج کے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) کو اس کا کوئی عمل نقصان نہ دے سکے گا۔[۱۲]

سفیرِ اہل بیت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے خلیفہ بنے تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے ارادہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کا مطالبہ کریں، اس مقصد کے لئے انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا کہ وہ ان کا مطالبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیں، لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب انہیں یہ حدیث سنائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہماری کوئی میراث نہیں ہوتی، بلکہ ہم جو بھی چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتاہے تو پھر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اپنا مطالبہ ترک کر دیا۔[۱۳]

مجلس شوریٰ کے رکن:

ملکی امن و امان کا انحصار ارباب حل و عقد کی فہم و فراست، عوام دوست پالیسیوں اور دانشمندانہ فیصلوں پر ہوتا ہے۔ ملک کی باگ دوڑ ایسے افراد کے ہاتھ میں ہو تو پھر ملک میں سکون اور چین کی گنگا بہتی ہے وگرنہ امن کا خواب تہہ و بالا ہو جاتا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں مہاجرین و انصار کے صاحبان علم و فراست پر مشتمل مجلس شوریٰ قائم کی تھی اس کے ایک اہم رکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔(۱۴)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بطور مفتی:

قضاۃ ولاۃ اور مفتی حضرات ملکی امن و امان میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ان حضرات کے فیصلے رعایا کی روز مرہ زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ ایک مفتی کا دانشمندانہ فتویٰ کسی بھی بڑے فتنے اور فساد کو روک سکتا ہے۔ایک قاضی کا جراتمندانہ اقدام ظالم کی نسلوں کو سبق سکھا تا ہے تو مفتی کا دانشمندانہ فتویٰ کسی بھی منہ زور فتنے کو لگام دے دیتا ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ پالیسی تھی کہ وہ ایسے عہدوں پر چُن چُن کر افراد کا انتخاب کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور مین ہر کس و ناکس پر فتویٰ کی سخت پابندی لگا دی تھی صرف مخصوص اصحاب رضی اللہ عنہم کو فتویٰ دینے کی اجازت تھی اُن میں سے ایک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنی دانشمندی کی بدولت نہ صرف یہ کہ مفتی تھے، بلکہ مجلس شوریٰ کے اہم رکن تھے۔(۱۵)

بعد از خلافت امن میں کردار:

مذہب اسلام نے اپنی محفوظ ترین کتاب قرآن حکیم میں جا بجا آخرت کا درس دیا ہے اور یہ باور کروایا ہے کہ تمہاری آخرت صرف ایک ہی صورت میں بہتر ہو سکتی ہے جب تم اعمال صالحہ پر کاربند رہو وگرنہ خسارہ ہی خسارہ ہے۔اعمال صالحہ میں عبادات و معاملات سمیت وہ تمام اعمال شامل ہیں جس میں انسانیت کی فلاح اور بہتری ،امن، چین اور سکون ہے۔ نماز پنجگانہ صوم و صلوٰۃ کے پابند مگر پڑوسی کو تکلیف دینے والے شخص کی آخرت خراب ہے۔ مگر صرف فرائض کو پورا کرنے والے اور پڑوسی کو خوش رکھنے والے شخص کے لئے جنت کے دروازے کھلے ہیں۔

مسلمان کی تعریف حدیث میں کچھ یوں کی گئی ہے کہ مسلمان تو وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔ اسلام تو وہ مذہب ہے جس نے زبان کی کاٹ کو سختی سے منع کر دیا اور اسے اپنے بھائی کے مردہ گوشت کھانے کے مثل قرار دیا۔ تلوار کی کاٹ تو بہت دور کی بات ہے۔ان تمام احکامات پر وہی شخص عمل کرتا ہے جس کے دل میں آخرت کا ڈر ہو، اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا احساس اور جوابدہی کا تصور قلب و دماغ میں ہر وقت جاگزین ہو یہی وجہ ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قبائے خلافت زیب تن کرنے کے بعد جو پہلا خطبہ دیا وہ درس آخرت پر کسی گنج بے کراں سے کم نہیں اُس کی ہر ہر سطر **حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ** (١٦) سے عبارت اور ہر ہر لفظ **من كان يريد حرث الآخرة نزد له في حرثه** (١٧) سے مرقع ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَإِنَّ الدُّنْيَا طُوِيَتْ عَلَى الْغَرُورِ، فَلا تَغُرَّنَّكُمُ الحَيَاةُ الدُّنْيا ..... أَيْنَ أَبْنَاءُ الدُّنْيَا وَإِخْوَانُهَا الَّذِينَ أَثَارُوهَا وَعَمَّرُوهَا، وَمُتِّعُوا بِهَا طَوِيلا، أَلَمْ تَلْفِظْهُمْ! ارْمُوا بِالدُّنْيَا حَيْثُ رَمَى اللَّهُ بِهَا، وَاطْلُبُوا الآخِرَةَ۔ (١٨)

یہ دنیا مکر و فریب سے آراستہ ہے یہ تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔۔۔ وہ دنیا دار اور اس کے فرزند کہاں جنہوں نے عمارتیں تعمیر کیں اور ایک لمبے عرصے تک دنیا سے فائدے حاصل کرتے رہے، کیا دنیا نے انہیں چھوڑا؟ تم دنیا کو اس جگہ پھینک دو جہاں اللہ تعالیٰ نے اس کو پھینک رکھا ہے اور اس دنیا کی بجائے تم آخرت کے طلبگار بن جاؤ۔

حقوق و فرائض کا تعین:

مذہب اسلام نے افراد کے مابین حقوق اور ذمہ داریوں کا تعین کر دیا ہے جب تک افرادِ معاشرہ اپنے حقوق وصول کرتے اور ذمہ داریاں ادا کرتے رہتے ہیں، کوئی بگاڑ ان میں پیدا نہیں ہوتا اور جب ان میں غفلت ہوتی ہے تو پھر انتشار کا آغاز ہوتا ہے۔حضرت عثمانؓ نے جب زمامِ خلافت اپنے ہاتھ میں کی تو گورنروں کو خط لکھا:

وَإِنَّ أَعْدَلَ السِّيرَةِ أَنْ تَنْظُرُوا فِي أُمُورِ الْمُسْلِمِينَ فِيمَا عَلَيْهِمْ فَتُعْطُوهُمْ مَا لَهُمْ، وَتَأْخُذُوهُمْ بِمَا عَلَيْهِمْ

(سب سے زیادہ صحیح طرز عمل اور حسن سیرت یہ ہے کہ مسلمانوں کے معاملات اور ان کے مفادات سے دلچسپی لی جائے ان کے حقوق ان کو دئے جائیں اور اسلام کے حقوق جو ان کے ذمہ ہیں وہ ان سے وصول کئے جائیں)۔[۱۹]

ٹیکس:

دور حاضر میں وطن عزیز پاکستان سمیت کتنے ہی ممالک کی حکومتیں ایسی ہیں، جو عوام الناس سے ٹیکس وصول کرنا حقِ لازمی سمجھتی ہیں لیکن رعایا کی خبر گیری میں سخت غفلت کا مظاہرہ کرتی ہیں لہٰذا بدامنی، بے چینی اور بے سکونی کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صوبوں کے گورنروں کو جو ہدایات ارسال کیں،تو ان کو فرمایا: حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو۔

خُذُوا الْحَقَّ وَأَعْطُوا الْحَقَّ بِهِ وَالأَمَانَةَ الأَمَانَةَ، قُومُوا عَلَيْهَا، وَلا تَكُونُوا أَوَّلَ مَنْ يَسْلُبُهَا.

(اللہ تعالیٰ نے حکام اعلیٰ کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ رعایا کے محافظ و نگران ہوں اور اس بات کا حکم نہیں دیا کہ وہ رعایا سے صرف ٹیکس وصول کریں)۔[۲۰]

غیر مسلم رعایا سے حسن سلوک:

اسلام وہ مذہب ہے جو غیر مسلموں کے ساتھ نہایت و سعتِ ظرفی سے کام لیتے ہوئے ان کو مذہبی ، معاشی ، معاشرتی اور سیا سی حقوق عطا کر تا ہے۔اسلام کسی بھی غیر مسلم سے ناانصافی کو بالکل روانہیں رکھتا اس مذہب کی محفوظ و مامون کتاب نے ایک غیر مسلم کی جان کے بدلے جان لینے کا حکم دیا ہے،خواہ وہ مسلمان ہی کی کیوں نہ ہو۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غیر مسلموں کے بارے میں فرمایا: جو اِن کے حقوق آپ کے ذمے ہیں وہ ان کو دیئے جائیں اور ان کے ساتھ عدل و انصاف کے ساتھ پیش آیا جائے۔اور ان کے ذمے جو حقوق ہیں وہ وصول کئے جائیں۔ (۲۱)

مذہب اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کی تعلیمات صرف نظریاتی فکر کے قلعوں تک محدود نہیں رہیں بلکہ عملی میدان میں بھی انہوں نے اپنا لوہا منوایا۔

عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جب ہرقل شاہ روم کی جانب سے اس کے اہم جرنیل منویل نے اسکندریہ پر حملہ کیا، تو نہ صرف مسلمانوں کو اپنے تیغ و ستم کا نشانہ بنایا، بلکہ شاید ہی کوئی فرد و بشر ایسا ہو جس کا تعلق اسکندریہ اور اس کے مضافات سے ہو اور وہ رومیوں کی ظلم رانی سے محفوظ رہا ہو۔اسکندریہ شہر پر ظلم و تشدد کی آگ برسی، گھر بار نذر آتش ہوئے اور انارکی کا اژدھا مسلسل پھنکارتا رہا۔ ان حالات میں باغی رومیوں کی سرکوبی کے لئے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ذمہ داری سونپی گئی، اس لئے کہ یہی اس کے اہل تھے۔عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے باوجود معزولی کے اس حکم کو سر آنکھوں پر رکھا اور اپنے پیشرو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرح اپنی خدمات اسلام کے لئے وقف کرتے ہوئے پانچ ہزار کا لشکر لے کر اسکندریہ پہنچے۔اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا؛اس سے آگے کا حال علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنیئے،وہ فرماتے ہیں

۔۔۔ جَاءَ أَهْلُ الْقُرَى الَّذِينَ خَالَفُوهُمْ فَقَالُوا لِعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ: إِنَّ الرُّومَ أَخَذُوا دَوَابَّنَا وَأَمْوَالَنَا، وَلَمْ نُخَالِفْ نَحْنُ عَلَيْكُمْ وَكُنَّا عَلَى الطَّاعَةِ. فَرَدَّ عَلَيْهِمْ مَا عَرَفُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ بَعْدَ إِقَامَةِ الْبَيِّنَةِ.. (۲۲)

اہل قریہ (اسکندریہ کی غیر مسلم رعایا) نے یہ عرضداشت پیش کی کہ چونکہ ہم لوگ ذمی تھے اور ہماری جان و مال کی حفاظت آپ کی ذمہ داری تھی رومیوں نے ہماری قیمتی متاع سمیت سب کچھ چھین لیا لہٰذا اب ہمیں وہ واپس دلوائی جائیں۔ امیر لشکر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فوراً حکم دیا کہ یہ مال غنیمت تمہارے سامنے ہے۔اپنا مال شناخت کرکے لے جائیں۔

جن لوگوں کو مال و اسباب نہ مل سکا تو ان کا شکوہ بیت المال سے پورا کیا گیا۔ (۲۳)

عمال کا احتساب:

عمال کا احتساب قیام امن کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اس لئے کہ اگر حاکم وقت بروقت عمال سے پوچھ گوچھ کرتا رہے تو ان کی سمت درست رہتی ہے وگرنہ وہ بھی بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ عمال کی بروقت خبر گیری کیسے کیا کرتے تھے؟ چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں عہدِ فاروقی کے گورنر تھے، عہد عثمانی میں ان کو معزول کر کے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو گورنر مقرر کرنے کی وصیت کی تھی اور فرمایا تھا کہ میں نے ان کو کسی گناہ کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا، بس ڈرتا تھا کہ لوگ ان کو کہیں بدنام نہ کر دیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی گورنری کا اہل جانا، اس لئے کہ فاتح قادسیہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے اور علاقہ و اہل علاقہ کے نشیب و فراز سے خوب واقف تھے۔ نیز چند روایات سے تو یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی جگہ مقرر کرنے کی وصیت کی تھی[۲۴]۔ لیکن اسے افسوس کے علاوہ کیا کہا جائے کہ تقریباً ایک سال بعد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی اپنے عہدے سے معزول ہو گئے۔ جس کی وجہ تاریخ نے یہ بتائی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے مہتمم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کچھ قرض لیا۔ مقررہ تاریخ پر آپ رضی اللہ عنہ قرض ادا نہ کر سکے اور مزید مہلت طلب کی، جس پر عبداللہ بن مسعودؓ تیار نہ ہوئے اور فی الفور ادائیگی کا مطالبہ کیا۔ اس پر دونوں اصحاب کے مابین تلخی بڑھی، تو کچھ لوگ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تو کچھ سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا۔[۲۵]

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ:

حضرت حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ عہد فاروقی کے مشہور سپہ سالاروں میں سے ایک تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہی مصر جیسا زرخیز علاقہ فتح ہوا تھا، نیز یہ کہ دہاۃ العرب میں جہاں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ،

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام آتا تھا، وہیں آپ رضی اللہ عنہ بھی معاملہ فہمی میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی معزولی کے بارے میں دو طرح کی روایات موجود ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے مصر کے خراج میں اضافے کا مطالبہ کیا تھا، جسے آپ پورا نہ کر سکے۔ اس سلسلہ میں ایک خط کا ذکر بھی کیا جاتا ہے، جو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا جس میں مصر کی زرخیزی کا ذکر کیا، لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک طرف زرخیزی کے تذکرے دوسری طرف خراج کی نہایت کم مقدار؟[۲۶] حتیٰ کہ فراعنہ مصر سے بھی کم؟ رومی عہد میں مصر کے خراج کی مقدار دو کروڑ، عہد فراعنہ میں نَو کروڑ جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دور میں سات کروڑ تیس لاکھ خراج وصول کیا جاتا تھا[۲۷] جبکہ عہد فاروقی میں بقول علامہ بلاذری کے یہ مقدار بیس لاکھ دینار تھی[۲۸] لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی یہی وجہ نزاع بنی۔ عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہوں نے خراج کو کم کر دیا ہے، جبکہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ جنگی معاملات میں رخنہ ڈالتے ہیں۔ جب یہ شکایات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچیں، تو آپ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ان کے عہدے سے معزول کر دیا۔[۲۹]

دوسری روایات وہ ہیں جو بحری بیڑے کے مصارف سے متعلق ہیں کہ عبد اللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ نے جب افریقہ فتح کر ڈالا اور تو بازنطینی سلطنت کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ لہٰذا یہ خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں قیصر کا بحری بیڑہ سلطنت اسلامیہ پر حملہ نہ کر دے لہٰذا ایک بیڑہ بہر صورت وہاں موجود ہونا چاہیئے، جو ہمہ وقت دشمن کی نگرانی کرتا رہے۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ اس کے مصارف کا بار دارالخلافہ مدینہ برداشت کرے، جبکہ عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ مصر اس بار کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، لہٰذا اس کے مصارف بھی اسی سے پورے کئے جائیں۔ دونوں فاتحین چونکہ مصر پر تعینات تھے لہٰذا دونوں کے مابین اس معاملے پر نوک جھوک شروع ہوئیں اور شکایات دربار عثمانی میں پہنچنے لگیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کی رائے درست ہے، لیکن دونوں کا ایک ساتھ چلنا بھی مشکل ہے لہٰذا انہی کو گورنر بنایا اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا[۳۰]۔ ہماری نظر میں یہ دوسری قسم کی روایات ہی قابل ترجیح ہیں، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء کی حکمرانی کا اصل مقصد ہمیشہ پیغام خداوندی کی ترویج رہا ہے نہ کہ سیم و زر کی تلاش۔ اس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ جب خیبر فتح ہوا اور اہل خیبر کے ساتھ بٹائی کا معاملہ طے

پا گیا۔ جب فصل ہوتی اور سلطنت کا نمائندہ اپنا حصہ وصول کرنے جاتا تو میز ان ان کے ہاتھ میں دیکے کہتا کہ جو نصف چاہو رکھ لو، اور جو نصف چاہو دے دو۔

محکوم قوم نے جب اس عدل کو دیکھا تو پکار اٹھے کہ یہی وہ حق ہے جس سے آسمان و زمیں قائم ہیں[۳۱] دوسرے یہ کہ جب مدینہ میں کسریٰ ایران کا بائیس کھرب روپیہ آگیا تھا تو اب سلطنت اسلامی کو ایسی کیا ایمر جنسی تھی کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ھل من مزید کا مطالبہ کیا جارہا تھا۔[۳۲]

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ پر گورنر مقرر کی تھا۔ ان کے دور میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک شخص ابن الحسیمان کو اشرار کوفہ نے اس کے گھر میں قتل کرڈالا۔ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے قاتلین کو قصاص میں قتل کروادیا وجس سے ان کو بڑی تکلیف ہوئی اور وہ موقع کی تاک میں رہنے لگے کہ کوئی بات ہاتھ لگے تو ولید رضی اللہ عنہ کو بدنام کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا ایک نصرانی دوست اکثر آپ کے پاس آتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ ہی کی کوششوں سے وہ اسلام بھی لے آیا۔ جندب نے آپ رضی اللہ عنہ پر الزام لگایا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے نصرانی دوست کے ساتھ شراب نوشی کی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے گواہی طلب کی، جو نہ مل سکی، البتہ دو اشخاص ابوزینب اور ابو مورع نے یہ کہا کہ ہم نے ان کو شراب پیتے ہوئے نہیں، بلکہ شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان پر حد جاری کرنے کا حکم دیا اور معزول بھی کر دیا۔ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ یہ لوگ فاسق اور پرلے درجے کے شرارت پسند ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لیکن تمہارے خلاف گواہی موجود ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کا حلہ اتارا اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے حد لگائی۔[۳۳]

عبد اللہ بن سبا کی بدامنی کی سازش اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اقدامات:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری دور میں سازشوں نے سر اٹھایا تھا۔ ان سازشوں کے اصل محرک تو وہ مفسدین تھے جنہیں اسلام کی ترقی، شان و شوکت ایک آنکھ نہ بھاتی تھی بلکہ ہر دم یہ غم کھائے جاتا تھا کہ رحمت اسلام کا بحر بیکراں اگر اسی رفتار سے ترقی کرتا رہا، تو ایک دن روئے زمیں پر اسلام کے علاوہ دوسرا مذہب نہ ہوگا۔ لہٰذا انہوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ اسلام کو وہ نقصان پہنچایا کی دشمن بھی دادِ حیرت سے تکنے لگے۔ اس فتنہ انگیز تحریک کا بانی عبد اللہ بن سبا یہودی تھا جو کہ ملک یمن کا رہنے والا تھا۔[۳۴]

عہد عثمانی میں اگرچہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن اس کا دل بدستور یہودیت کے عشق میں غرق تھا، لہٰذا اس نے اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانے کے لئے حبِّ اہل بیت کی سازش تیار کی اور طرح طرح کے وساوس پر سبائی تحریک کا خمیر اٹھایا۔ عبد اللہ بن سبا جسے ابن اسوداء بھی کہا جاتا تھا، پہلے حجاز گیا پھر بصرہ، کوفہ اور شام کا سفر کیا لیکن شام میں اس کی ایک نہ چلی تو مصر لوٹ آیا اور ایک عرصہ وہاں قیام کیا۔(۳۵) وہ لوگوں سے کہتا تھا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا رتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم ہے، جب وہ دوبارہ تشریف لائیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں تشریف نہ لائیں؟ کبھی کہتا کہ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور خلافت ان کا حق ہے جو ان سے غصب کر لیا گیا ہے لہٰذا یہ حق انہیں ملنا چاہیئے اور عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت ناحق ہے۔(۳۶)

علامہ طبری اور ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہما کے بقول یہی وہ مقام تھا جہاں سے لوگ عثمانی عمال حتیٰ کہ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے لگے۔ عبد اللہ بن سبا نے اپنے ساتھیوں کو تلقین کر رکھی تھی کہ وہ امر بالمعروف کا خاص اہتمام رکھیں تاکہ لوگ ان کے دام تزویر میں بآسانی پھنس سکیں اور جس قدر ہو سکے، پروپیگنڈے سے عثمانی عمال کو بدنام کریں۔ ابن سبا نے اپنی تحریک کو منظم کرنے کے لئے کوفہ، بصرہ اور مصر کے دورے کئے اور سازش کی پوری فصل تیار کی۔ بصرہ میں اسے اس کام کے لئے حکم بن جبلہ میسر آیا، تو مصر میں یہ فعلِ بد، کنانہ بن بشیر اور سودان بن حمران کے ہاتھوں سرانجام پایا۔ کوفہ میں اس چنگاری کو بڑھکانے والا یزید بن قیس تھا۔ کوفہ بصرہ اور مصر خط و کتابت کے ذریعے بھرپور رابطے میں رہتے تھے اور آئے روز شرارتوں سے عوام میں نفرتیں پیدا کرتے تھے۔

ابن اسبا کی یہ تحریک اول تا آخر شرارت کا منبع تھی جس سے نت نئے فساد جنم لیتے تھے۔ حکومت کے خلاف پہلے گندی زبان استعمال کی جاتی اور جب حکومتی رٹ بحال کرنے کی خاطر جوابی کاروائی کی جاتی تو گورنرز کی معزولی کا مطالبہ کر دیا جاتا۔ طرح طرح کے الزامات لگائے جاتے کہیں جور و ستم کی کہانیاں گھڑی جاتیں تو کہیں بد اعمالیوں کا ذکر ہوتا پھر وہ اس چارج شیٹ کو مدینہ لے جاتے اور اپنے مطالبات پیش کئے جاتے۔

تحقیقاتی کمیشن کا قیام:

کوفہ بصرہ اور مصر کی فضاء کو گرد آلود کرنے کے بعد اب مفسدین نے مدینہ طیبہ کی فضاء کو مسموم کرنا چاہا۔ اس کے لیے انہوں نے وہ چال چلی، جس کی توقع صرف شیطان سے کی جاسکتی تھی۔ مفسدین نے مختلف صوبہ جات کے باشندوں سے عثمانی عمال کے خلاف خطوط لکھوائے اور مدینہ طیبہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس بھیجے۔ جن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گورنروں کے ظلم اور بربریت کی فرضی داستانیں بڑھاچڑھا کر پیش کی گئیں۔ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ خطوط لے کر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور فرمایا کہ ہمارے پاس مختلف صوبہ جات سے یہ خطوط آئے ہیں جن میں گورنروں کی زیادتیوں کا ذکر ہے۔ اگر یہ درست ہے تو ہمیں حیرت ہے کہ گورنر یہ ظلم کیوں کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا کہ اس سلسلے میں کیا کیا جائے؟ علامہ طبری اور ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہما کے مطابق صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا:

نشير عَلَيْك أن تبعث رجالا ممن تثق بهم إِلَى الأمصار حَتَّى يرجعوا إليك بأخبارهم. [۳۷]

ہماری رائے یہ ہے کہ ملک کے مختلف صوبہ جات میں بااعتماد افراد کو بھیجا جائے جو وہاں جاکر عوام الناس سے حقیقت حال معلوم کریں۔

جو رپورٹ وہ فراہم کریں اس کی روشنی میں مناسب کاروائی کی جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو یہ رائے بہت پسند آئی چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کو کوفہ، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بصرہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو شام اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو مصر روانہ کیا گیا تاکہ وہ پتہ چلائیں کہ عمال پر الزامات کی حقیقت کیا ہے؟ یہ تحقیقاتی وفد مکمل خود مختار اور ہر قسم کے سیاسی پریشر سے آزاد تھا اور اس کے ایک ایک فرد کا انتخاب واقعۃً لاجواب تھا۔ محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ عہد فاروقی کے انتہائی بااعتماد انسپکٹر جنرل تھے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کسی گورنر کی شکایت ملتی تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو حکم ملتا تھا کہ حالات و واقعات کی حقیقی بنیادوں پر جانچ پرکھ کر کے رپورٹ دیں۔ وہ متعلقہ گورنر سے ملتے اور اسے گلی گلی، کوچہ کوچہ لئے لئے پھرتے، لوگوں سے اس کے متعلق رائے طلب کرتے اور دربار خلافت میں اس کی رپورٹ فراہم کرتے۔ دوسرے تحقیق کار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تھے جن کی بابت خود صحابہ کا بیان ہے کہ زمانے کی رنگینیوں نے ہر ایک پر اپنا اثر دکھایا لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہ کا دامن ان سے محفوظ رہا۔ مال و ثروت کی

بہتات کے زمانے میں بھی وہ عہد نبوی کا نمونہ تھے۔ تیسرے تحقیق کار اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ تھے جن کی ذمہ داری بیاں کرنے کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جوانی کے عالم میں لشکر کا سپہ سالار بنایا تھا اور جہاں تک تعلق ہے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا تو وہ ورع و تقویٰ میں خود اپنی مثال آپ تھے۔ چنانچہ تحقیقات شروع ہوئیں۔ محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنا طرز تحقیق اس دفعہ بھی برقرار رکھا، دیگر تحقیق کاروں نے بھی الزامات کی خوب جانچ پرکھ کی۔ وہ عوام الناس اور معززین علاقہ سے ملے اور واقعات کا گہرائی سے تفصیلی جائزہ لیا اور جو رپورٹ داخلِ دفتر کی اس کا خلاصہ ابن اثیر کی زبانی یہ ہے کہ

"فَقَالُوا: مَا أَنْكَرْنَا شَيْئًا أَيُّهَا النَّاسُ وَلَا أَنْكَرَهُ أَعْلَامُ الْمُسْلِمِينَ وَلَا عَوَامُّهُمْ" (۳۸)

ہمیں عوام الناس، اور معززین مسلمانوں سے کوئی قابل اعتراض چیز (عمال کے خلاف) نہیں ملی۔

تحقیقاتی وفد کے ایک رکن حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ واپس تشریف نہ لائے جس کی وجہ مؤرخین نے یہ بیان کی کہ سبائی فتنہ گروں نے انہیں اپنی جانب مائل کر لیا تھا اس لئے کہ عبد اللہ بن سبا اور اس کے اہم رفقاء، سودان بن حمران، کنانہ بن بشیر، اور خالد بن ملجم کا ان کے پاس آنا جانا لگا رہتا تھا (۳۹)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تجویز پر تحقیقاتیہ کمیشن کا قیام ایک بہترین اقدام تھا جو قیام امن کے لئے محرک کردار ثابت ہو سکتا تھا اس لئے کہ مفسدین کے خطوط پر آنکھیں بند کر کے گورنروں کو معزول کر دینا بھی کہیں کی دانشمندی نہ تھی اس لئے کہ یہ خطوط، جیسا کہ بعد کے حالات نے ثابت کر دیا، فرضی اور من گھڑت تھے جو مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے مختلف لوگوں سے لکھوائے گئے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی فوراً گورنروں کی معزولی کا مشورہ نہ دیا جو اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ سبائی انتہائی ناقابل اعتماد تھے لیکن یہ بھی حکمت عملی نہ تھی کہ سرے سے تحقیقات ہی نہ کروائی جائیں اس لئے اگر ایسا ہو جاتا تو ایک طرف مفسدین کے اسرار سے نہ تو پردہ اٹھتا اور نہ ہی کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کا اعتماد حاصل ہو سکتا تھا اس لئے کہ یہ فکر و عمل آمرانہ ہوتا لیکن اسلام جو "وامرھم شوریٰ بینھم" (۴۰) کا درس لیکر آیا ہے، بھلا کب اس سوچ کا متحمل ہو سکتا تھا لہذا تحقیقات کروائی گئیں۔

گورنروں کا اجلاس:

خلافت اسلامیہ میں مفسدین نے فتنہ و فساد کا الاؤ بڑھکا رکھا تھا جس کے دھویں سے مصر، کوفہ اور بصرہ کی فضا مسموم تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان باتوں سے بے خبر نہ تھے بلکہ انہیں مدینہ میں پل پل کی

خبریں مل رہی تھیں آپ رضی اللہ عنہ صبح و شام اس فکر میں رہتے تھے کہ فتنے کی اس آگ کو کس طرح ٹھنڈا کیا جائے لہذا آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں اپنے گورنرز کا اجلاس طلب کیا تاکہ مشورہ کی بابت حکم قرآنی پر عمل کرتے ہوئے صورتحال کو سنبھالا جا سکے۔

اس اجلاس میں جن اصحاب نے شرکت کی ان میں عمرو بن العاص، عبد اللہ بن سعد ابی سرح، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم خاص طور پر قابل ذکر ہیں[۴۱] آپ رضی اللہ عنہ نے مختصر سی تقریر کے بعد گورنرز کو مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ میں آئے روز تمہارے بارے میں شکایات سنتا ہوں۔ مجھے خوف ہے کہ جن باتوں کے تم ذمہ دار ہو ان کا خمیازہ مجھے نہ بھگتنا پڑے۔ گورنرز نے جواب دیا کہ کیا آپ رضی اللہ عنہ نے ہماری تحقیقات کے لئے آدمی نہیں بھیجے تھے؟ بخدا وہ اس حال میں نہیں لوٹے کہ انہیں اعتراض کا موقع نہیں ملا ۔یہ صرف اور صرف پروپیگنڈہ ہے جو ہمارے بارے میں کیا جا رہا ہے۔ آپ نے اس پر مشورہ طلب کیا کہ اس صورتحال میں کیا کیا جائے؟ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے رائے دی اس گروہِ اشرار کو قتل کر دیا جائے تا کہ یہ فتنہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حدود اللہ کے علاوہ کسی قسم کی سختی کو روا نہیں رکھتا اور ہاں تم کو حکم دیتا ہوں کہ حقوق العباد میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو اور ان کی زیادتیوں سے اعراض کرو۔ رعایا کے اطمینان کے سامان مہیا کرو البتہ حقوق اللہ اگر پامال ہوں تو پھر تخفیف سے کام نہ لو۔[۴۲] آذربائیجان سے لیکر سایپرس تک حکومت کرنے والے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے مفسدین کو قتل کروانا کوئی مشکل کام نہ تھا اس مقصد کے لئے کسی ایک گورنر کو ادنیٰ سا اشارہ بھی کافی تھا۔ وہ لشکر لیتا، چڑھائی کرتا اور اس فتنہ کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیتا لیکن تقویٰ و اخلاص کے پیکر عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے گوارہ نہ کیا کہ وہ اپنی ذات کی خاطر کسی کے قتل کا حکم دیں البتہ حقوق اللہ کی پامالی کی صورت میں سختی سے نمٹنے کی ہدایت کی اس لئے کہ اسوہ نبوی یہی تھا۔

عوام الناس کے نام مراسلے:

محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ جیسے صحابہ سے تحقیقات، گورنروں سے مشاورت کے بعد بھی آپ نے قیام امن کی خاطر عوام الناس کے نام مراسلے جاری کروائے اور انہیں مختلف بلاد اسلامیہ میں بھیجا۔ جن

میں درج تھا کہ عوام الناس میں سے جس کسی کو کوئی شکایت ہو وہ حج کے موقع پر شکایت پیش کر کے مجھ سے اپنا حق وصول کرے۔ میں اس کا ازالہ کروں گا۔ گورنروں کو فرمان جاری کیا کہ وہ حج کے موقع پر حاضر ہوں تاکہ عوام الناس کی شکایات کی بابت ان سے حق طلبی کی جاسکے۔ آپ کا یہ مراسلہ جب مختلف بلاد اسلامیہ میں پڑھا گیا تو بقول علامہ طبری کے لوگ بلبلا کر روئے اور ان کے لئے دعائیں کیں۔[۴۳]

مفسدین کے الزامات:

مفسدین خلافت اسلامیہ میں بلویٰ و فساد کی فضاء پیدا کرنا چاہتے تھے اور ان کی خواہش تھی کہ کسی طرح عوام اور حکام میں نفرت کی خلیج حائل کر دی جائے اس مقصد کے لئے وہ حضرت عثمان پر طرح طرح کے الزام لگاتے تھے، جن میں نمایاں درج ذیل ہیں:[۴۴]

ا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کبار صحابہ کو معزول کر کے اپنی قوم کے ناتجربہ کار افراد کو عہدے دیئے ہیں لہٰذا یہ کنبہ پروری کے مرتکب ہوئے ہیں۔

۲۔ امیر المومنین نے بیت المال میں بے جا تصرف کیا ہے۔ مروان کو افریقہ کے مال کا خمس دیا گیا۔ اپنی بیٹیوں کو قیمتی جواہرات بیت المال سے دیئے۔

۳۔ بقیع کو سرکاری چراگاہ قرار دیا لیکن عوام الناس کے مستفید ہونے پر پابندی عائد کر دی۔

۴۔ زید بن ثابت کے مصحف کے علاوہ تمام مصاحف کو جلا ڈالا۔

۵۔ مذہب میں نئی بدعات شروع کیں مثلاً منیٰ میں دو رکعت کی بجائے چار رکعات ادا کیں۔

قبل اس کے کہ ہم ان اعتراضات کے جوابات دیں، ضروری ہے کہ چند ایک سوالات ذہن نشین کر لیں تاکہ مقدمے کو حل کرنے میں آسانی رہے:

ا۔ یہ حضرات جن پر اقرباء پروری کا الزام لگایا گیا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد شیخین میں بھی حکومتی ذمہ داریاں سنبھالتے رہے یا نہیں؟

۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جن افراد کو اہم عہدوں پر متعین کیا، آیا ان میں صلاحیت بھی تھی یا محض قربت داری ہی تعیناتی کی وجہ بنی؟

۳۔ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کو بیک جنبش قلم یونہی معزول کر دیا گیا یا اس کی کچھ وجوہات بھی تھیں ؟

بنو امیہ عہد رسالت میں:

بنی امیہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ ملکی نظم میں ان کو بڑے اہم عہدے دئے گئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ کا گورنر بنایا(۴۵)اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ مکہ میں عتاب رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ گورنری کے لئے موزوں تھے۔

عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ، عہد فاروقی میں بھی اپنے عہدے پر قائم تھے۔(۴۶) خالد بن سعید بن ابی العاص رضی اللہ عنہ مکہ کے بازار کے عامل بنے علامہ بلاذری کے مطابق انہیں صنعاء کا عامل بنایا گیا (۴۷)۔ تطبیقی صورت یہ ہے کہ ہو سکتی ہے پہلے وہ بازار کے عامل بنے ہوں پھر حسن انتظام کی بدولت منصب گورنری سے سرفراز ہوئے ہوں۔

ابان بن سعید رضی اللہ عنہ بحرین کے گورنر تھے۔علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق آپ کو ۹ ہجری میں گورنر بنایا گیا(۴۸) عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ طائف کے گورنر تھے(۴۹) سترہ ہجری میں انہوں نے آرمینیا کو فتح کیا۔(۵۰) ابو سفیان رضی اللہ عنہ نجران کے حاکم تھے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اپنے عہدے پر برقرار رہے۔(۵۱)

بنو امیہ عہد شیخین میں:

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے جن کی معزولی کا واقعہ اوپر گزرا، عہد صدیقی میں بڑے معتمد تھے اور حکومتی امور میں ان سے خدمات لی جارہی تھیں۔ عظیم سپہ سالار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جنگ مذار کا مال غنیمت ان کے ذریعے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں دوبارہ عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کے لئے امدادی سامان دیکر کی جانب روانہ کیا۔(۵۲)عہد صدیقی میں ہی ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ قبیلہ قضاعہ کے صدقات وصول کرنے پر مامور تھے۔اور آپ کو سپہ سالار لشکر بنا کر اردن کی جانب بھی بھیجا گیا۔(۵۳)عہد فاروقی میں بلاد بنی تغلب اور الجزیرہ پر مامور تھے۔(۵۴)عہد عثمانی میں جس طرح گورنری کے فرائض انہوں نے سر انجام دئے، کتب تاریخ نے انہیں شاندار خراج تحسین پیش کیا ہے۔علامہ طبری،ابن کثیر ، ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ نے کہا ہے کہ انہوں نے پانچ سال اس طرح فرائض سرانجام دئے کہ گورنر ہاؤس ہر خاص و عام

کے لئے کھلا رہتا تھا اور وہ لوگوں کے محبوب تھے۔ ان کی معزولی پر غرباء نے ماتم کیا، اس لئے کہ لوگوں کی راتوں کے اندھیرے ان کی میں امداد کیا کرتے تھے(۵۵)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی بنی امیہ سے تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنی قابلیتوں کی بدولت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کتابت وحی پر مامور رہے تھے۔ عہد صدیقی میں ملک شام کی فتح کے لئے دیگر لشکروں کے علاوہ آپ کے بھائی یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو بھی لشکر دے کر روانہ کیا گیا۔ مدینہ سے روانگی کے وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو نصیحتیں کیں تو آپ رضی اللہ عنہ سوار تھے جبکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیدل چل رہے تھے۔ اس کے فوراً بعد معاویہ رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں ایک لشکر بھی ان کی مدد کے لئے روانہ کر دیا۔(۵۶)

عہد فاروقی میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیساریہ کو فتح کیا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو وہاں کا امیر بنا دیا۔(۵۷) معاویہ رضی اللہ عنہ عہد فاروقی میں اردن کے گورنر رہے، پھر یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد دمشق بھی آپ کے زیرِ نگرانی آگیا۔ یہ تھا بنو امیہ کا شاندار ماضی جس کی بدولت وہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد شیخین میں اعلیٰ مناصب پر فائز رہے۔

اب ہم آتے ہیں دوسرے اعتراض کی طرف کہ حضرت عثمان کے گورنرز آیا ناتجربہ تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے عثمانی عمال اگرچہ نو عمر اور سابقین اولین کے مقابلے میں کم متقی تھے لیکن انتظامی لحاظ سے وہ اپنے آباء کی مثل دوسروں سے برتر تھے مثلاً عبد اللہ بن سعد، جو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی جگہ متعین ہوئے، پورا افریقہ ان کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حسب وعدہ ان کو مال غنیمت کا خمس الخمس دیا، لیکن لوگوں کے اعتراض پر واپس لے لیا۔(۵۸) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اجازت سے قبرص کو فتح کیا(۵۹)۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ کے گورنر تھے۔ عوام الناس نے ان کے ضعف پیری کی شکایت کر کے معزولی چاہی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ جن کی عمر صرف پچیس سال تھی، گورنر مقرر کیا۔ اس نوجوان نے مختصر عرصہ میں خراسان تا کابل اپنی عملداری میں شامل کر لیا اور اسلامی لشکر کے پنجے فرغانہ میں گاڑ دیے۔(۶۰)

بیت المال میں بے جا تصرف:

باغیوں کا تیسرا اعتراض بیت المال میں بے جا تصرف سے متعلق تھا۔ جس میں مروان کو خمس اور بیٹیوں کو جواہرات دینے کا تذکرہ ہے۔ ائمہ محدثین، مفسرین اور مؤرخین کے ہاں مروان کا واقعہ بے تحاشا تضادات کی وجہ نا قابل اعتبار ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، قاضی ابو بکر بن العربی اور علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس کی صحت کا انکار کرتے ہیں اور اس کی وجہ طعن عثمان بتلاتے ہیں (۶۱)۔

اور جہاں تک اپنے اہل و عیال پر خرچ کی بات ہے تو عثمان رضی اللہ عنہ اتنے مالدار تھے کہ بارہ سالوں میں کبھی بیت المال سے وظیفہ تک نہ لیا (۶۲) اور جس طرح سے انہوں نے اپنی دولت کو اسلام کے لئے وقف کئے رکھا، اعزہ و اقارب کے لئے انہیں بیت المال کی ضرورت نہ تھی۔ اس کی تائید حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی ہوتی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ خاندان کی محبت نے مجھے ظلم پر مجبور نہیں کیا۔ میں اگر اقارب کو تحائف دیتا ہوں تو اپنے ذاتی مال سے دیتا ہوں۔ (۶۳)

بدعات:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں دو کی بجائے چار رکعت ادا کیں، تو لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے چار رکعت کیوں ادا کیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس وقت ایسے شہر میں تھا، جہاں میرے اہل و عیال رہتے تھے اس لئے چار رکعت ادا کیں۔ لوگوں نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ سچ کہتے ہیں، ویسے بھی یہ آپ رضی اللہ عنہ کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے اختلاف رائے تھا اور ایسا اختلاف رائے تو دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین بھی رہا ہے، لیکن وہاں تو جنگ و جدل کی نوبت نہ آئی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے مصاحف کو اس لئے جلا ڈالا کہ امت میں انتشار، تشتت و افتراق کا دروازہ بند کرنا مقصود تھا۔ بقیع کی چراگاہ کے بارے میں فرمایا کہ میں اسے اپنے لئے مخصوص نہیں کیا اور نہ کسی اور فرد کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے بلکہ یہ مسلمانوں کے صدقات کے لئے ہیں جیسے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو صدقات کے اونٹوں کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ علامہ طبری اور دیگر مؤرخین کے بقول یہ فسادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جوابات دینے پر واپس چلے گئے، لیکن ان کی منصوبہ یہ تھا کہ وہ آئندہ سال حج کے ایام میں دوبارہ آئیں گے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معزول کریں گے، ورنہ قتل کر دیں گے۔ (۶۴)

شہادت عثمان:

شوال پنتیس ہجری میں بصرہ، کوفہ اور مصر کے شر پسند لشکر قتل عثمان کے ارادے سے نکلے۔ ان کی قیادت مشہور زمانہ باغی عبد اللہ بن سبا یہودی، غافقی بن حرب، حکیم بن جبلہ، حر قوص بن زہیر اور اشتر نخعی کر رہے تھے۔ مدینہ کے قریب آکر انہوں نے ذوالمروہ، ذوالخشن اور اعوص کے قریب پڑاؤ کیا اور ازواج مطہرات، حضرت علی، زبیر، طلحہ رضی اللہ عنہم سے ملاقاتیں کیں اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ہر ایک نے ان کو دھتکارا اور فرمایا تم لعنتی ہو، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالمروہ، اعوص اور ذوالخشب کے لشکروں پر لعنت کی ہے۔ اس دھتکار اور پھٹکار کے بعد یہ واپس چلے گئے اور مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر اس نیت سے قیام کیا کہ جیسے ہی اہل مدینہ منتشر ہوں گے، ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کرلیں گے اور ایسا ہی ہوا جیسے ہی اہل مدینہ اپنے گھروں کو پہنچے، یکایک اطراف سے تکبیریں بلند ہوئیں اور محاصرہ کر کے یہ اعلان کر دیا گیا کہ جو ہتھیار نہیں اٹھائے گا، مامون ہو گا۔ یہ محاصرہ چالیس دن طویل رہا جس میں مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گفت وشنید کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور باغیوں کے ہر سوال پر ان کو لاجواب بھی کیا، لیکن امت میں اختلاف و افترق کا بیج بونے والے دلیل وحجت کی زباں کب سمجھتے تھے، انہیں تو اپنے مذموم مقاصد سے غرض تھی اور بس۔ پھر ایک دن ایسا بھی آیا کہ باغی آپ رضی اللہ عنہ کے دروازے پر جمع ہوئے اور اسے آگ لگادی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو جب اپنی شہادت کا یقیں آگیا تو قرآن کریم اپنے سامنے رکھ لیا اور تلاوت میں مشغول ہوگئے۔ محمد بن ابی بکر نے آکر داڑھی پکڑی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرے باپ نے کبھی ایسی حرکت نہ کی تھی۔ اس پر وہ شرمندہ ہوا اور چلا گیا۔ اس کے بعد سیاہ موت نے آپ رضی اللہ عنہ کا گلا دبا ڈالا۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بہت سمجھایا کہ لوگو! اس تلوار کو میان میں ہی رکھو، اگر یہ میان سے نکل آئی تو پھر واپس نہ جائے گی لیکن افسوس کہ پند ونصیحت اشرار پر کارگر نہ ہوئی۔ قتل کی کوششیں شروع ہوئیں تو دروازے پر حسن وحسین، ابن الزبیر وغیرہما رضی اللہ عنہم سینہ سپر ہوگئے۔ قتیرہ، سودان بن حمران اور غافقی بن حرب جیسے بزدل فسادی عقبی جانب سے داخل ہوئے۔ غافقی نے ہی آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر پر لوہے کا گرز مارا اور قرآن کریم کے نسخے پر لات ماری جو حکم خداوندی سے پھر آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے آگیا اور اس پر آپ رضی اللہ عنہ کا خون تا قیامت ثبت ہوگیا پھر سودان بن حمران نے تلوار کے وار سے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا۔ [۶۵]

خلاصہ بحث:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور اپنے پیش رو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح فارغ البالی کا دور تھا۔ چوبیس ہجری سے لے کر بتیس ہجری تک ہر طرف امن کا دور دورہ تھا۔ فتوحات کی اس قدر کثرت تھی کہ مدینہ کی سرحدیں ایک طرف عراق و ایران نیز افغانستان سے ہوتی ہوئی روس کی سرحدوں کو چھو رہی تھیں، تو دوسری طرف مسلمان قبرص کو فتح کر کے یورپ کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر رہے تھے۔ یہ صورتحال دشمنان اسلام کے لئے ناقابل برداشت تھی، لہذا انہوں نے اسلام سے اس کا بدلہ قتل عثمان کے ذریعے لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کو دبانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ کبھی عمال کو تبدیل کیا تو کبھی ان کی تحقیقات کروائیں۔ عوام الناس کے لئے کھلی کچہریاں تک لگوائیں۔ لگائے گئے ایک ایک الزام کا بیسیوں بار جواب دیا۔ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے مناظروں کے ذریعے چاروں شانے ان کو چت کیا لیکن بلویٰ و فساد آخر کب امن پر راضی ہوتا ہے، لہذا وہ ہو کر رہا، جس کا انتظار حاسدین اسلام کو بڑے عرصے سے تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے یہ امت دو طبقات میں تقسیم ہو گئی لیکں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے قول و عمل سے اس بات کو ثابت کر دکھایا کہ امن وہ شے ہے جو بے تحاشا قربانیوں کا مطالبہ کر کے انسان کو یوں ابتلاء و آزمائش میں ڈال دیتی ہے کہ آیا وہ اس کی خاطر اپنی جان بھی دے سکتا ہے یا نہیں؟ پھر جو رجال اس چیلنج کو قبول کر کے اپنی جان بھی قربان کر ڈالیں تو ان کے خون کے قطرات تا قیام قیامت محفوظ ہو کر یہ درس دیتے ہیں کہ قیام امن کی خاطر خوں بھی دینا پڑے تو دے دیجئے، سودا سستا ہے مہنگا نہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱) السیوطی عبد الرحمن بن أبي بکر، جلال الدین تاریخ الخلفاء المحقق: حمدی الدمرداش،مکتبۃ نزار مصطفی الباز طبع الأولی:۱۴۲۵-۲۰۰۴ ۱۱۱۸)

۲) ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل، البدایہ والنہایہ، دار احیاء التراث العربی، بیروت،۱۹۹۸ء، ص،۳/۳۱۳

۳) بخاری، محمد بن اسمٰعیل، صحیح بخاری، حدیث ۲۹۴۰، دار طوق النجاہ، ص:۴/۴۵

۴) الذہبی، تاریخ ذھبی، ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن احمد، بیت الافکار الدولیہ، ریاض، ص:۱/۳۷۲

۵) السیوطی، عبد الرحمن بن أبي بکر، جلال الدین تاریخ الخلفاء، المحقق: احمدی الدمرداش،مکتبۃ نزار مصطفی الباز طبع الأولی:۱۴۲۵ھ-۲۰۰۴ء، ص:۱/۱۱۸

۶) الذھبی، شمس الدین أبوعبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان بن قَایْماز،(المتوفی:۷۴۸ھ)، تاریخ الإسلام ووفیات المشاھیر والأعلام، المکتبہ التوفیقی، ص:۳/۹۲

۷) السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:۱/۱۱۹

۸) بخاری، صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عثمان بن عفان، حدیث،۳۶۹۶، ص:۵/۱۴

۹) الطبری، أبوجعفر محمد بن جریر (المتوفی:۳۱۰ھ)، تاریخ الطبری، دار التراث، الطبعۃ: الثانیۃ۔ بیروت،
ص: ۲/۶۲۰۷ _ابن سعد، طبقات، ص: ۱/۲۹۸

۱۰) الطبری، تاریخ الطبری، ص: ۲/۶۲۰۷ _ابن سعد، طبقات، ص: ۱/۲۹۸، زرقانی ۲/۲۰۸

۱۱) الذہبی، تاریخ الإسلام ووفیات المشاھیر والأعلام، ص:۲/۶۲۹ نیز دیکھئے عزالدین ابن الأثیر أبوالحسن علی بن أبي الکرم (المتوفی:۶۳۰ھ) الکامل فی التاریخ، تحقیق: عمر عبد السلام تدمری دار الکتاب العربی، بیروت–لبنان الطبعۃ: الأولی، ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ ص: ۲/۱۴۷ الطبری، تاریخ الطبری، ص: ۳/۱۰۱ _ابن سعد ،طبقات، ص: ۱/۲۹۸ ،زرقانی، ص، ۳ /۶۴

۱۲) الترمذی، محمد بن عیسٰی، تحقیق احمد شاکر، جامع الترمذی، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی ۔ مصر الطبعۃ: الثانیۃ، ۱۳۹۵ ھ ۱۹۷۵ ،حدیث، ۳۷۰۱، ص:۵/۶۲۶، ابی عاصم، الاحاد والمثانی، ص:۱/۷۵۴

۱۳) بخاری، صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر، حدیث، ۴۰۳۴۔ قصۂ میراث حضرت فاطمہ کے عنوان سے دیکھئے: ابن بطال، أبو الحسن علی بن خلف، شرح صحیح البخاری، تحقیق: أبو تمیم یاسر بن ابراهیم، الطبعة الثانیة، ۲۰۰۳ مكتبة الرشد، الریاض، السعودیة، ۸ / ۳۴۳، العسقلانی، أبو الفضل أحمد بن علی بن حجر الشافعی، فتح الباری شرح صحیح البخاری ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانورث ماترکنا صدقة، دار المعرفة۔ بیروت، ۱۳۷۹

۱۴) محمود احمد ظفر، عثمان غنی، تخلیقات پبلشرز، لاہور، ص:۱۵۶

۱۵) ایضاً

۱۶) الأصبهانی، أبو نعیم أحمد بن عبد الله، حلیة الاولیاء وطبقات الاصفیاء، دار الکتب العلمیة۔ بیروت طبعة ۱۴۰۹ھ، ص،۶ / ۳۸۸

۱۷) الشوریٰ:۲۰

۱۸) طبری، تاریخ طبری، ص:۴/۲۴۳

۱۹) الصبحی ، محمد بن عبد الله بن عبد القادر فتن مقتل عثمان بن عفان رضی الله عنه، عمادة البحث العلمی بالجامعة الإسلامیة، المدینة المنورة، المملکة العربیة السعودیة الطبعة: الثانیة، ۲۰۰۳ ، طبری، تاریخ طبری، ص:۴/ ۲۴۵

۲۰) طبری، تاریخ طبری، ص:۴/ ۲۴۵

۲۱) طبری، تاریخ طبری، ص:۴/ ۲۴۶

۲۲) عز الدین ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، ص:۲/ ۴۵۵

۲۳) طبری، تاریخ طبری، ص:۴/ ۲۵۰

۲۴) ابن کثیر، أبو الفداء اسماعیل بن عمر القرشی، المحقق: علی شیری ، البدایة والنهایة ، دار إحیاء التراث العربی، الطبعة: الأولی ۱۴۰۸، ص:۷/ ۱۶۸ نیز دیکھئے طبری، تاریخ طبری، ص:۴/ ۲۴۴، ابن اثیر الجزری، الکامل فی التاریخ، ص:۲/ ۴۵۳

۲۵) ابن کثیر، ، البدایة والنهایة، ص:۷/ ۱۷۰ نیز دیکھئے طبری، تاریخ طبری، ص:۴/ ۲۴۴-۲۵۲، ابن اثیر الجزری، الکامل فی التاریخ، ص:۲/ ۴۵۶

۲۶) ابن کثیر، البدایه، ص:۷/ ۱۷۱

۲۷) محمود احمد ظفر، حضرت عثمان، ص:۲۲۵

۲۸) بلاذری، فتوح البلدان، ص:۱/۲۱۳

۲۹) طبری، تاریخ طبری، ۴/۲۵۶، بلاذری، فتوح البلدان، ص:۱/۲۲۰

۳۰) محمود احمد ظفر، حضرت عثمان، ص:۲۲۵

۳۱) عبداللہ ابن رواحہ اہل خیبر سے حصہ وصول کرنے جاتے تھے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے بلاذری، فتوح البلدان، غزوہ خیبر کے واقعات، بیروت، ۱۹۷۸ء ص:۴۰

۳۲) محمود احمد ظفر، حضرت عثمان، ص:۲۲۶

۳۳) طبری، تاریخ طبری، ص:۴/340، ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر، ص:۷/۱۶۸، ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ص:۲/۵۲۶

۳۴) ایضاً

۳۵) ایضاً

۳۶) ایضاً

۳۷) طبری، تاریخ طبری، ص:۴/۳۴۱ نیز دیکھئے ابن کثیر، ص:۲/۵۲۶

۳۸) طبری، تاریخ طبری، ص:۴/۳۴۳ نیز دیکھئے ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر، ص:۲/۵۲۶

۳۹) ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر، ص:۲/۵۲۷

۴۰) الشوریٰ:۳۸

۴۱) ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر، ص:۲/۵۲۷

۴۲) طبری، تاریخ طبری، ص:۴/۳۴۲ ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر، ص:۲/۵۲۷

۴۳) طبری، تاریخ طبری، ص:۴/۳۴۲

۴۴) الذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، سیر اعلام النبلاء، بیت الافکار الدولیہ، ریاض، ص:۱/۳۹۲

۴۵) ابن سعد، ابو عبداللہ محمد بن سعد البصری طبقات ابن سعد، مترجم، علامہ عبداللہ العمادی، دارالاشاعت، کراچی، /۳۳۱

۴۶) طبری، تاریخ طبری، ص:۴/۳۹

۴۷) ایضاً

۴۸) ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر، ص: ۷/۳۲۶

۴۹) طبری، تاریخ طبری، ص:۴/۳۹

۵۰) ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر، ص: ۷/۷۶

۵۱) البلاذری، انساب الاشراف، احمد بن یحیٰ بن جابر، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۶ء، ص:۱/۵۲۹، مزید دیکھئے منہاج السنتہ للامام لابن تیمیہ، ص: ۲/۱۴۵

۵۲) ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر، ص: ۶/۳۴۵

۵۳) طبری، تاریخ طبری، ص:۴/۲۵۲

۵۴) ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر، ص: ۷/۲

۵۵) ابن کثیر، تاریخ ابن کثیر، ص: ۷/۲

۵۶) ایضا، ص:۷/۴

۵۷) ایضا، ص:۷/۵۴

۵۸) تاریخ طبری، ص:۴/۲۵۲

۵۹) ایضاً

۶۰) تاریخ طبری، ص:۴/۲۵۲

۶۱) تحفہ اثنا عشریہ، ص:۳۱۱، العواصم من القواصم، ص ۱۰۰، الصواعق المحرقہ، ص: ۶۸ بحوالہ خلافت وملوکیت کی شرعی حیثیت، مصنفہ حافظ صلاح الدین یوسف، نعمانی کتب خانہ، لاہور، ص:۲۵۵

۶۲) محمد رواس، ڈاکٹر، فقہ حضرت عثمان، ظہران یونیورسٹی، مترجم الیف الدیب ترابی، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، ص:۳۵

۶۳) الذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، سیر اعلام النبلاء، بیت الافکار الدولیہ، ریاض، ص:۱/۳۹۲

۶۴) طبری، تاریخ طبری، ص:۴/۳۴۰

۶۵) شہادت عثمان کے واقعات کے مطالعے کے لئے ملاحظہ ہوں، تاریخ طبری، ص:۴/۳۴۰، الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص:۱/۳۹۲

****